سوال

(43)کسی شیعہ کا سنی کے بھیس میں سنی عورت سے نکاح کرلینا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ایک آدمی نے فریب دیتے ہوئےاپنے آپ کو سنی مذہب ظاہر کرکے ایک سنی عورت سے نکاح کرلیا۔ جب عورت کو معلوم ہوا کہ یہ شیعہ ہے تو اس سے نفرت کرنے لگی۔ کیا عورت کو فسخِ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس صورت میں عورت کو اختیار ہے۔ درمختار میں ہے کہ اگر مرد نے بتایا کہ وہ آزاد ہے یا سنی ہے یا حق مہر دے سکتا ہے یا خرچ پورا کرسکتا ہے، لیکن اس کے خلاف ثابت ہوا، مثلاً وہ حرام زادہ نکلا تو عورت کو اختیار ہوگا۔ (محمد محفوظ اللہ پانی پتی) (الدر المختار ۳ ۵۰۱)

یہ جواب صحیح ہے، کیونکہ ناکح نےاپنے آپ کو سنی قرار دیا اور اس کا یہ جملہ نکاح کےلیے شرط تھا، جب شرط مفقود ہوگئی تو مشروط بھی ختم ہوگیا۔ (مہر) محمد عبد الرب، سید محمد نذیر حسین، محمد قطب الدین خان۔ محمد لطف اللہ۔

پہلا جواب سوال کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ سوال یہ نہیں کہ سنی کا نکاح شیعہ سے جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ سوال اختیار کا ہے اور مجیب نے اگرچہ درمختار کی عبارت کے ضمن میں اختیار کا لفظ لکھا ہے، لیکن درمختار کی یہ عبارت یہاں صحیح نہیں بیٹھتی کہ عورت مقدمہ کرکے نکاح فسخ کراسکتی ہے۔

اور دوسرا جواب غلط ہے، اس لیے کہ شرط مشروط معاملات میں ہوتے ہیں نہ کہ نکاح وغیرہ میں۔ دمیاطی نے لکھا ہے کہ اگر نکاح میں ایسی شرط لگائے جو نکاح کے مخالف ہو تو نکاح صحیح ہوجائے گا اور شرط باطل ہوجائے گی، اس لیے کہ نکاح شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔ (محمد عبد الحی)

اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ جواب اول ودوم پر معترض کا اعتراض غفلت کی بنا پر ہے یا شاید یہ مقصد ہو کہ میں سید نذیر حسین پر اعتراض کروں اور اس سے فخر مقصود ہو، ورنہ جواب اول عین مطابق سوال ہے اور جواب ثانی بالکل درست ہے۔ اور تیسرے جواب کی دوسری وجہ کہ جس کو معترض نے صحیح کہا ہے، وہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتی، جب تک کہ جواب اول ودوم کو صحیح نہ تسلیم کرلیا جائے، ورنہ جواب سوال مذکور میں یہ وجہ محض ناکافی اور بے معنی ہوگی۔

سوال یہ ہے کہ ایک آدمی نے فریب سےاپنے آپ کو سنی المذہب ظاہر کیا اور سنی عورت سے نکاح کرلیا۔ عورت جب اس کے شیعہ ہونے پر مطلع ہوئی تو اس کو نفرت ہوگئی۔ کیا اس کو فسخِ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں؟ پس مجیب اول نے جواب دیا کہ عورت کو اختیار ہے۔ اس جواب کو معترض سوال کے مطابق نہیں سمجھتا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ سائل

پوچھتا ہے: اس کو اختیار ہے یا نہیں؟ اور مجیب کہتا ہے: اس کو اختیار ہے۔ اس سے زیادہ واضح اور مطابق سوال کیا جواب ہو سکتا ہے؟

چنانچہ معترض نے خود بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ درمختار کی عبارت اس کے مطابق نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوال وجواب کی عدم مطابقت کا اعتراض بالکل بے جا ہے اور یہ بیان کہ درمختار کی عبارت مطابق سوال واقع نہیں ہے، یہ پہلے اعتراض سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ معترض ایسے اعتراض کیسے کرلیتا ہے؟ کیونکہ درمختار کی عبارت یہ ہے کہ اگر عورت نے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ آزاد ہے یا سنی ہے یا مہر اور نفقہ دینے پر قادر ہے۔ پھر اس کے برخلاف ظاہر ہوا کہ فلاں بن فلاں ہے یا حرام زادہ ہے تو اس کو اختیار ہے۔ یہ صریح دلیل ہے مجیب کے سوال پر کہ عورت فسخِ نکاح کا اختیار رکھتی ہے۔

اور معترض نے جو فسخِ نکاح کے لیے صورت مرافعہ حاکم کی بیان کی ہے، دو وجہ سے مخدوش ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ''اس کو اختیار ہے'' کے الفاظ عام ہیں، خواہ حاکم سے فسخ کرائے یا خود فسخ کرے۔ اس کو پہلے معنی کے ساتھ خاص کرنا تخصیص بلا مخصص اور ترجیح بلا مرجح ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن عابدین نے ''ردالمحتار'' میں لکھا ہے کہ اگر مرد اپنا نسب غلط بیان کرے اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ کفو نہیں ہے تو ہر ایک کو فسخ کا اختیار ہے، اور اگر کفو ہو تو صرف عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے، دوسروں کو نہیں۔ اور اگر اس کے یہاں سے وہ اچھا ثابت ہو تو کسی کو بھی اختیار نہیں ہے۔ (ردالمحتار ۹ ۴۳۹)

پس معلوم ہوا کہ اس جگہ اختیار سے مراد اختیارِ فسخ ہے، جیسا کہ مجیب نے استدلال کیا ہے۔

اور اگر بالفرض معترض کے اعتراض کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ خیار کا معنی وہی ہے جو اس نے بیان کیا ہے تو پھر بھی مجیب کو حق ہے کہ اس سے استدلال کرے۔ کیونکہ سوال یہ ہے کہ عورت کو اختیار ہے کہ نہیں؟ تو مجیب نے اس کا جواب دیا ہے کہ عورت کو اختیار ہے، خواہ وہ خود فسخ کرے یا حاکم سے کرائے۔

اور جواب ثانی جو جواب اول کے لیے بطور دلیل ہے، معترض نے اس کو میاطی کے قول کی بنا پر غلط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ جملہ ''إذافات الشرط فات المشروط'' (جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے) صحیح نہیں، کیونکہ شرط معاملات میں ہوتی ہے نہ کہ نکاح میں، حالانکہ یہ کلیہ تمام معاملات دینی و دنیاوی میں نافذ ہے، بیع ہو یا آزادی یا نکاح، حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی بیعت میں بھی جریر بن عبداللہ سے آپ نے شرط کی تھی کہ ''ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا'' اس میں اگر کوئی شرط ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ شرط صحیح ہو، غلط نہ ہو، اگر شرط صحیح ہوگی تو وہ نافذ ہوگی، ورنہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (صحيح البخاري، رقم الحديث: ۵۸، ۲۵۶۵)

''سب سے زیادہ مؤکد شرط وہ ہے جس سے تم نے شرمگاہ کو حلال کیا۔'' (صحيح البخاري، رقم الحديث: ۲۵۷۲، صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۴۱۸)

علامہ عینی نے بخاری کی شرح میں اسی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ نکاح کے لیے شرائط کئی قسم کے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کا پورا کرنا واجب ہے، مثلاً حسنِ معاشرت۔ بعض وہ ہیں جن کو پورا نہ کرنا چاہیے، مثلاً پہلی بیوی کی طلاق۔ بعض میں اختلاف ہے، مثلاً اس عورت پر کسی اور عورت سے نکاح نہ کیا جائے۔ (عمدة القاري ۲۰ ۱۴۰)

علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اگر عورت نے غیر کفو میں نکاح کیا تو اس کے اولیا کو اگرچہ وہ غیر محرم ہوں، فسخِ نکاح کا اختیار ہے، اگر ان سے رضا کا ظہور نہ ہو۔ اگر مرد نے اپنا حال نہیں بتایا، پھر نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ وہ غلام ہے یا ماذون فی النکاح تھا تو اولیا کو فسخ کا اختیار نہیں ہے۔ اگر وہ غلام ہوتے ہوئے اپنے آپ کو آزاد بیان کرے تو عاقد کو فسخِ نکاح کا اختیار ہے۔ حصکفی نے بھی درمختار میں اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح القدير، ۷ ۴۸)، (الدر المختار، ۳ ۸۵)

شعیب علیہ السلام نے اپنی لڑکی کے نکاح میں موسیٰ علیہ السلام سے آٹھ یا دس سال رہنے کی شرط کی تھی۔ اگر شرط صحیح نہ ہو تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (سورة القصص، آیت: ۲۷)

''قافلے والوں کو آگے جا کر نہ ملا جائے اور کوئی مہاجر اعرابی کا سامان نہ بیچے اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کی شرط نہ کرے، کوئی آدمی اپنے بھائی کے نرخ پر نرخ نہ کرے، کوئی دھوکا نہ کرے اور دودھ روک کے جانور کو فروخت نہ کرے۔'' (صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۵۷۷) صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۵۱۵)

ایسی شرطوں کا پورا کرنا جو درست نہ ہوں، جائز نہیں ہے، چنانچہ بریرہ کی ولاء رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو دلادی تھی، حالانکہ انھوں نے بریرہ سے شرط بھی کرلی تھی، چونکہ وہ شرعاً درست نہیں تھی، آپ نے اس کو نافذ نہ کیا۔ (صحیح البخاري، رقم الحدیث ۲۴۲۲، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۵۰۴)

حاصل کلام یہ کہ قاعدہ ''جب شرط فوت ہوجائے تو مشروط بھی فوت ہوجاتا ہے''۔ درست اور بجا ہے، بشرطیکہ شرط صحیح اور نکاح کے تقاضے کے مطابق ہو اور صورت مسؤلہ میں اسی طرح ہے۔ کاش کے معترض اس پر نظرِ انصاف سے توجہ کرتا!!

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مجموعہ مقالات، وفتاویٰ

صفحہ نمبر 235

محدث فتویٰ